

نظامی پریس کی ایک آنہ لائبریری کا سلسلہ نمبر ۸

نظم از غائب

مصنفہ

وابہ الطاف حسین صاحب عالم

باہتمام

نظمی نظام الدین حسین صاحب نظامی بیرونی

نظمی پریس بیرونی میں چھپا

جلد ۵۰ قیمت فی جلد ۱۰۰



کسوف و کسوف

شمس العلماء مولانا شبلی اور شمس العلماء خواجہ حالی کا مرثیہ

مصنفہ حضرت احسن مارہروی جس کے ساتھ ان دونوں

آفتاب و ماہتاب علم و ادب کے حالات زندگی نشر میں بھی لکھے گئے ہیں۔

تقطیع خوبصورت ۲۰ x ۳۰ جم ۹۰ صفحے قیمت فی جلد ۴۰

منجر نظامی پریس بدایوں سے منگائیے۔

تہذیب

یہ امر مسلمہ ہے کہ میر انیس اور میرزا و بیر نے اردو شاعری میں اہلبیت رسالت کی شہادت کی دلگداز حالت جس درد اور جس جوش کے ساتھ لکھ کر اردو مرثیہ گوئی دی ہو اس کی نظیر دوسرے شعرائے اس وقت تک پیدا نہیں کی لیکن دوسری ترقی یافتہ زبانوں کی حالت کو دیکھنے ہوئے اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جملہ اردو شاعری کے دیگر اصناف میں ترقی کی گنجائش ہو اسی طرح مرثیہ گوئی کے موجودہ طرز میں تبدیلی کی ضرورت ہے یعنی لمبی لمبی مہتدیں، بزم و بزم پر طبع آزمائیاں وغیرہ اس زمانہ کے تعلیم یافتہ گروہ میں جو دوسری زبانوں کے علم ادب کے واقف ہیں دل پسند نہیں ہو سکتیں۔

مولانا حالی مرحوم نے اردو و لٹریچر خاص کر اردو شاعری پر جہاں اور ہر جگہ احسانات کئے ہیں ان کا ایک یہ بھی احسان ہے کہ انھوں نے اردو میں مرثیہ گوئی کے جدید طرز کی بنیاد ڈالی جیسا کہ اُس مرثیہ سے جو انھوں نے اپنے استاد مرزا غالب مرحوم کی وفات پر شہزادہ میں لکھا تھا ظاہر ہوتا ہے اور جس کو کتاب کی صورت میں آج ہم ان کی کلیات سے لیکر صرف اس غرض سے شائع کرتے ہیں کہ ہمارے نوآموز شاعروں کے لیے وہ نمونہ کا کام دے۔ وہ دیکھیں اور غور کریں کہ مرحوم نے دنیا کی بے ثباتی اور مینہ کے اوصاف کی یاد کو کن زوردار الفاظ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے زمین کی صفائی، مسمیوں کی سادگی اور بے تکلفی سے آوروں کو آمد و بار۔

خاکسار نظامی بدایونی۔ ۱۱۔ مئی ۱۹۱۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا کہوں حال دردِ پنهانی
عیش دنیا سے ہو گیا دل سرد
کچھ نہیں جز طلسمِ خوابِ خیال
ہر سلسلہ فریب و ہم و گماں
لے حقیقت ہر شکل موجِ سراب
لفظِ محل ہے لطفِ اعرابی
ایک دھوکا ہے ہر لحن و آودی
نہ کروں تشنگی میں تہ لبِ خشاک
لوں نہ اک مشت خاک کے بدلے

وقت کو تارہ و قصہ طولانی
دیکھ کر رنگِ عالم فانی
گوشہ فقر و بزمِ سلطانی
تاجِ فقہ و تختِ خاقانی
جامِ حبشید و ساحِ ریحانی
حرفِ باطل ہے عقلِ یونانی
اک تماشا ہے حسنِ کنعانی
چشمہ خضر کا ہو کر پانی
گر ملے خاتمِ سلیمانی

بھڑستی بجز سراب نہیں

چشمہ زندگی میں آب نہیں

جس سے دنیا نے آشنائی کی
تھپیہ بھولے کوئی عبثا و عمر
ہر زمانہ و فل سے لے گا نہ
یہ وہ بے مہر کہہ کر اس کی

اُس سے آرزو کج ادائیگی
تو نے کی جس سے بیوفائی کی
ہاں قسم مجھ کو آشنائی کی
صلح میں چاشنی لڑائی کی

ہر بیاں خط وصل سے محروم
 ہر بیاں حفظ وضع سے مایوس
 خندہ گل سے بے بقا تر ہے
 جنس کا سرد سے نار و اتر ہے
 بات بگڑی رہی سہی افسوس

جس کو طاقت نہو جدائی کی
 جس کو عادت نہ ہو گدائی کی
 شان ہو جس میں دلربائی کی
 خوبیاں جس میں ہوں خدائی کی
 آج خاقانی و سنائی کی

رشتک عربی و فخر طالب مرد
 اسد اللہ خان غالب مرد

بلبل ہند مر گیا، یہاں سے
 نکتہ داں، نکتہ سیخ، نکتہ شناس
 شیخ اور بذلہ سیخ، شوخ مزاج
 لاکھ مضمون اور اس کا ایک ٹھیل
 دل میں چھپتا تھا وہ اگر بمشل
 ہو گیا نقش دل پہ جو لکھا
 تھیں تو دلی میں اس کی باتیں تھیں
 اس کے مرنے سے مر گئی دلی
 یاں اگر بزم تھی تو اس کی بزم

جس کی تھی بات بات میں اک بات
 پاک دل، پاک ذات، پاک صفات
 رند اور مرجع کرام و ثقافت
 سو تکلف اور اس کی سیدھی بات
 دن کو کتنا دن اور رات کو رات
 قلم اس کا تھا اور اس کی دوات
 لے چلیں اب وطن کو کیا سوغات
 خواجہ نوشتہ تھا اور شہر ربات
 یاں اگر ذلت تھی تو اس کی ذلت

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا

شہر میں اک چراغ تھا نہ رہا

دل کو باتیں جب اسکی یاد آئیں

کسکو جا کر سنائیں شعر و غزل

مرثیہ اس کا لکھتے ہیں احباب

پست مضمون ہی تو ہے استناد

لوگ کچھ پوچھنے کو آئے ہیں

لا میں گئے پھر کہاں سے غالب

اس کو انگلیوں پہ کیوں دیتے جج

توسی و صائب و اسیر و کلیم

ہم نے سب کا کلام دیکھا ہی

غالب نکتہ دہن سے کیا نسبت

غالب کو آسمان سے کیا نسبت

نثر حسن و جمال کی صورت

تہنیت اک نخط کی تصویر

قال اس کا وہ آئینہ جیسے

کسکی باتوں سے دلو بہلا میں

کس سے دادِ سخنور می پائیں

کس سے اصلاح لیں کدھر جائیں

کس طرح آسماں پہ پہنچائیں

اہل میت جنازہ ٹھیرائیں

سوئے مدفن ابھی نہ لیجائیں

اہل انصاف غور فرمائیں

لوگ جو چاہیں ان کو ٹھیرائیں

ہی ادب شرطِ منہ نہ کھلوائیں

نظم غنچ و دلال کی صورت

تہنیت اک دلال کی صورت

نظر آتی تھی حال کی صورت

اُس کی توجہ سے پکڑتی تھی
 اُس کی تاویل سے بدلتی تھی
 لطف آغاز سے دکھاتا تھا
 چشمِ دوراں سے آج چھپتی ہر
 لوحِ امکاں سے آج مٹتی ہر
 دیکھ لو آج۔ پھر نہ دیکھو گے

شکلِ امکاں محال کی صورت
 رنگِ ہجراں وصال کی صورت
 سخنِ اُس کا مال کی صورت
 انورِ می و کمال کی صورت
 علم و فضل و کمال کی صورت
 غالب نے مثال کی صورت

اب نہ دنیا میں آئیں گے یہ لوگ
 کہیں ہونڈے نہ پائیں گے یہ لوگ

شہر میں جو ہی سو گوار ہے آج
 نازشِ خلق کا غسل نہ رہا
 تھانہ ملنے میں ایک رنگیں طبع
 بارِ احباب جو اٹھاتا تھا
 تھی ہر اک بات بیشتر جس کی
 ولیمِ ملت سے تھی خلش جس کی
 دل مضطر کو کون دے استکس
 تلخِ غم کی نہیں عباتی

اپنا بیگانہ اشکبار ہی آج
 رطبتِ فخرِ روزگار ہے آج
 رخصتِ موسمِ بہار ہے آج
 دوشِ احباب پر سوار ہے آج
 اسکی چپے جگہ نکار ہے آج
 وہی بر چھی جگر کے پار ہے آج
 ماتمِ یارِ غمسا رہے آج
 جانِ شیریں بھی نالوار ہے آج

کس کو لاتے ہیں بہرِ دفن کہ قبر ہمہ تن چشم انتظار رہی آج
 غم سے بھرتا نہیں دل ناشاد
 کس سے خالی ہوا جہاں آباد

نقدِ معنی کا گنجِ دہاں نہ رہا
 ساتھ اُس کے گئی بہارِ سخن
 ہوا ایک ایک کارِ رواں سالار
 رونقِ حسنِ تہابیاں اُس کا
 عشق کا نام اُس سے روشن تھا
 ہو چکیں حسن و عشق کی باتیں
 اہل ہند اب کریں گے کس پر ناز
 زندہ کیونکر رہے گا نامِ ملوک
 کوئی ویسا نظر نہیں آتا
 خواںِ مضمون کا مینرِ بال نہ رہا
 اب کچھ اندیشہ خزاں نہ رہا
 کوئی سالارِ کارِ رواں نہ رہا
 گرم بازارِ گلِ خاں نہ رہا
 قیس و فرہاد کا نشان نہ رہا
 گل و بلبل کا ترجمان نہ رہا
 رشکِ شیراز و اصفہاں نہ رہا
 بادشاہوں کا محِ خواں نہ رہا
 وہ زمیں اور وہ آسماں نہ رہا

اُٹھ گیا۔ تھا جو مایہ دارِ سخن

کسکو ٹھیرائیں اب مدارِ سخن

کیا ہی جسمیں وہ مردِ کار نہ تھا
 شاعری کا کیا حق اُس نے ادا
 اک زمانہ کہ سازِ کار نہ تھا
 پر کوئی اُس کا حق گزار نہ تھا

سخن اُس کا کسی پہ بار نہ تھا
 درخوہ ہمت اقتدار نہ تھا
 جان دینے پہ اختیار نہ تھا
 سر بلندوں سے انکسار نہ تھا
 دل میں اعدا سے بھی غبار نہ تھا
 نہد اُس کا اگر شعار نہ تھا
 ہم نے مانا کہ ہوشیار نہ تھا

نے صلہ مرع و شر بے تحشیں
 نذر سائل تھی جان تک لیکن
 ملک و دولت سے بہرہ ورنہ ہوا
 خاکساروں سے خاکساری تھی
 لب پہ احباب سے بھی تھانہ گلا
 نے ریائی تھی زہد کے بدلے
 ایسے پیدا کہاں ہیں مست و خراب

منظر شان حسن فطرت تھا

معنی لفظ آدمیت تھا

آج ببل نہیں گلستاں میں
 ایک یوسف نہیں جو کنعاں میں
 اک فلاطوں نہیں جو یوناں میں
 کیا دھرا ہی عقیق و مرجاں میں
 ڈھونڈتے کیا ہو سیبِ تال میں
 گوشِ گل و اہر کیوں گلستاں میں
 مرغ کیوں نعرہ زن ہو بستاں میں

کچھ نہیں فرق باغ و زنداں میں
 شہر سارا بنا ہے بیتِ حزن
 ملک یکسر موہا ہونے آئیں
 حشر تھی اک بیاں میں رنگینی
 ختم تھی اک زباں پر شیرینی
 لبِ جادو بیاں ہوا خاموش
 گوش معنی شنو ہوا بے کار

وہ گیا جس سے بزم روشن تھی
نہ رہا جس سے تھا فروغِ نظر

شمع جلتی رہی کیوں شبستاں میں
سمر بنتا رہی کیوں صفا ہاں میں

ماہِ کامل میں آگئی ظلمت
آبِ حیاں پہ چھا گئی ظلمت

ہند میں نام پائیگا اب کون
ہمنے جانی ہے اُس سے قدرِ سلف
اُس نے سب کو بھلا دیا دل سے
کتنی کسی کی نہ جس میں گنجائش
اُس سے ملنے کو یاں ہم آتے تھے
مر گیا قدرِ دانِ منہم سخن
مر گیا تشنہ مذاقِ کلام
تھا بساطِ سخن میں شاطر ایک

سکہ اپنا بٹھائے گا اب کون
اُن پر ایمان لائیگا اب کون
اُس کو دل سے بھلائیگا اب کون
وہ جگہ دل میں پائیگا اب کون
جا کے ولی سے آئیگا اب کون
شعرِ ہم کو سنائیگا اب کون
ہم کو گھر سے بلائیگا اب کون
ہم کو چالیس بتائیگا اب کون

شعر میں ناتمام سے حالی
غزل اُس کی بنائے گا اب کون
تمام شد